آزادی اور جدید پنجابی شاعری

غلام مصطفیٰ

Ghulam Mustafa

M.Phil Scholar, Department of Punjabi,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

There are many topics in Punjabi literature, independence is also an important topic. From the independence of Pakistan to till now, many Punjabi poets made the topic of "independence", a part of their poetry. In this article, the confession and enthusiasm of Punjabi poets on independence has made a topic. In this, the poetry of some Punjabi poets in a unique way has been discussed.

اللہ پاک نے ہر انسان کو آزاد پیدا کیا ہے۔اسلام نے انسان کی آزادی پر زور دیا اور بے شمار لوگ جو کہ اسلام سے قبل غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے، آزاد کروائے اور مرد و خواتین کے غلام بنانے سے منع فرمایا۔ابوالکلام آزاد اپنی کتاب ''اسلام میں آزادی کا تصور'' میں لکھتے ہیں:

''انسان آزاد پیدا ہوتا ہے اور آزادی ہی کے لیے زندہ رہتا ہے۔
تمام انسان بلحاظ حقوق مساوی ہیں۔''(۱)

برصغیر کے مسلمان جب گہری نیند سے جاگے تو انہیں اس بات کا پتہ چلا کہ ہم وہ قوم ہیں جن کا مذہب حق اور سچ پر مبنی ہے اور ہمیں آزاد مملکت کی اشد ضرورت ہے۔بہت سے علماء کرام اور اولیائے کرام نے انہیں سیدھی راہ دکھائی۔آخر کار قائداعظم نے علامہ اقبال کے خواب کو ۱۴اگست ۱۹۴۷ء کو پورا کر دکھایا۔قائداعظم نے فرمایا:

''پاکستان اُسی دن وجود میں آگیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو
مسلمان ہوا تھا۔''(۲)

پاکستان کا وجود میں آنا اور اس کی آزادی کی بنیاد دو قومی نظریہ پر محیط ہے۔اس خطے میں بسنے والے مسلمانوں نے اپنے الگ وطن کے حصول کے لئے تحریک چلائی۔اس کے بارے میں ڈاکٹر شہباز ملک رقم طراز ہیں:

''جنوبی ایشیا وچ جدوں آزادی دی لہر چلی تے اک پاسے ایہہ
نظریہ سی کہ ایتھوں دے وسنیک اک قوم نیں اوہناں نوں آزادی
ایسے بنیاد تے ملنی چاہی دی اے پر دوجے پاسے ایہہ نظریہ سی کہ
برصغیر پاک و ہند وچ مسلمان اک قوم نیں جیہناں دی معاشرت
تے معیشت دا مہاندرا دوسریاں (غیر مسلم) قوماں توں اُکا وکھ
اے۔''(۳)

آج اللہ پاک کی کرم نوازی اور اُس کے حبیبﷺ کا صدقہ ہے کہ ہم ایک آزاد مملکت میں سانس لے رہے ہیں۔آزادی کے موضوع کو پنجابی ادب میں نمایا مقام حاصل رہا ہے۔آزادی سے کچھ سال قبل اور بعد کے شاعروں نے اپنی شاعری میں اس موضوع پر بہت سے مقامات پر شاعری کی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے شعراء نے بھی اس موضوع کو چھوڑا نہیں بلکہ موقع کی مناسبت سے اپنی شاعری کا حصّہ بنایا ہے۔پر چلت پنجابی شعراء کی بات کریں تو انہوں نے بھی جگہ جگہ آزادی کا ذکر کیا دکھائی دیتا ہے۔ڈاکٹر شہباز ملک اپنی کتاب''گویڑ''میں بتاتے ہیں:

''آزادی دی تحریک جس شدت نال چلی تے ایتھوں دے
وسنیکاں نے جس سرگرمی جوش سن تے جذبے نال ایس تحریک وچ
حصہ لیا ایہدے عینی شاہد اجے وی ساڈے آل دوالے موجود سن
تے موجود نیں۔''(۴)

کسی بھی سوئی قوم کو جگانے کے لئے اُس کے جذبات کو ابھارنے کی ضرورت ہوتی ہے،اور جذبات کی عکاسی شعراء سے بہتر کوئی بھی نہیں کر سکتا۔شعراء نے روایتی شاعری کے ساتھ بے شمار قومی اور ملی نظمیں،غزلیں،ترانے اور گیت لکھے۔جو خالصتاً یہاں کے عوام کے لیے تھے۔شعراء نے اس شاعری کے ذریعے انہیں ایک پلیٹ فارم دیا اور ایک مقصد کے لئے اکٹھا کیا:

''پنجاب اندر مسلم لیگ اک فعال قومی تحریک دا روپ دھار کے پنڈ
پنڈ،شہر شہر،قریہ قریہ تے گلی گلی کھلر رہی سی تے لوکائی وچ اک
وکھرے اسلامی ملک دی جوت جگا رہی سی۔ایس روشنی نے پنجابی
شاعراں دے دل تے ذہن وی روشن کر دتے تے اوہناں نے دو
قومی نظریے دے ماتحت اپنیاں تخلیقی صلاحیتاں پاکستان دے قیام
دی جدوجہد لئی وقف کر دتیاں۔ایہناں دی شاعری نے عام پنجابی
مسلمان اندر نویں لہر پیدا کر دتی تے اوہدی روح اندر آزادی دے
حصول تے جدوجہد دے نویں چراغ روشن کر دتے۔''(۵)

اس بات سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے پنجابی شاعروں نے آزادی کی تحریک میں کتنا بڑا اور اہم کردار ادا کیا۔ جیسے اُس وقت آزادی کی جدوجہد میں شعراء نے اپنا کردار ادا کیا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے قوم کے جذبات کو نمایاں کیا ایسے ہی جدید پنجابی شعراء آزادی کے موضوع کو اپنے مخصوص انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ اس بات سے پاکستان کا بچہ بچہ واقف ہے کہ یہ ملک اقبال کا خواب اور اسے تعبیر قائداعظم نے دی۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے باپ دادا نے اپنے جان و مال تک کی پروانہ کی۔ دن رات محنت کی ریلیاں، جلسے جلوس منعقد کیے۔ جس کے ردعمل میں انگریز سے مار کھائی، جیل کاٹی اور نہ جانے کیا کیا ظلم برداشت کئے۔ یہ ملک انہیں قربانیوں کے نتیجہ میں آج دنیا کے نقشہ پر آزاد حیثیت سے جلوہ گر ہے۔ اس بات کو سلطان قادری اپنی شاعری میں یوں بیان کرتے ہیں:

کوشش قائد اعظم دی اقبال دا خواب اے
آس اُمید دے ہر باغیچے وچ کھڑیا لال غلاب اے(۶)

غلام حسین ساجد اردو اور پنجابی کے جانے مانے شعراء میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''بانے'' میں ''آزادی تے میں'' اور ''آزادی دی رات'' کے عنوان سے دو نظمیں تخلیق کی ہیں۔ انہوں نے نہایت خوبصورت انداز میں اپنی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے آزادی کی بات کی ہے:

میں جد جمیاں میرا سفنا
چونہہ ورہیاں دا آہی
اپنے قدماں اُتے ٹردا
چار چفیرے نسدا
ہسدا اگلاں کردا(۷)

محمد جنید اکرم، بابائے پنجابی، ڈاکٹر فقیر محمد فقیر کے نواسے ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری میں بے شمار جگہ پر قومی اور ملی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے پاکستان کے شہیدوں، غازیوں اور آزادی کے مجاہدوں کو خراج تحسین اور خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ آزادی انسان کی عزت اور بقاء ہوتی ہے، جان جاتی ہے تو جائے پر آزادی نہ جائے۔ غلامی سے پہلے موت کو ترجیح دیتے ہیں:

رکھیے جے آزادی نوں دل و جان توں عزیز
سر دھریئے نہ بھاویں کسے شاہ دی ہوئے دہلیز
جینا جے غلامی چ اے تے مر جانا ای چنگا
بجھ دوڑ دی دنیا وچ غیرت ہے بڑی چیز(۸)

پاکستان جب وجود میں آنے ہی والا تھا، تب انگریزوں اور ہندوؤں نے مل کے مسلمانوں پر جو ظلم کے پہاڑ گرائے تھے وہ پوری دنیا کے سامنے ہیں۔ مسلمانوں کو ہر صورت ان مظالم سے نکلنا

تھا۔ کیونکہ اُس وقت مسلمانوں کی عزت وآبرو کورونداجارہا تھا۔ ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزتیں محفوظ نہ تھیں اور نہ ہی مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ بے شمار واقعات ہیں جن میں مسلمانوں کے نماز پڑھتے دوران گند پھینکنا، بلّی، کتا اور غلاظت پھینک کے نماز سے روکنا، اذان پر پابندی لگا دینا، مسجدوں کو شہید کردیا جاتا غرض کہ کافر مسلمانوں کے خلاف ہر طرح کی چال چلتے تھے اور ان کے خلاف گھیرا تنگ کر دیا جاتا گھروں میں محصور ہو کر رہ جاتے۔ عارف حسین بخاری اپنے کلام میں اسے ''اوپرا راج'' یعنی پرایا راج کہتے ہیں۔ دین اسلام کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ مسلمانوں پر مسلمان ہی حکمرانی کرسکتا ہے۔ کیونکہ دوسرے مذہب کا حکمران اپنے ہی مذہب کا پرچار کرتا ہے۔ اس سے جو بڑا نقصان ہوتا ہے، وہ یہ کہ مسلمان اپنے آپ کو مذہبی، معاشرتی اور معاشی طور پر غلام سمجھتا ہے۔ اسی قسم کی غلامی سے آزادی کے بارے میں عارف حسین بخاری اپنی کتاب ''اوکڑاں'' میں لکھتے ہیں:

اوپرے راج دے ظلم دی چھاویں
سر دھڑ بازی لاون والے جوش نکھارے
تے ایس مخبر دی راہ اج تکی
جیہدے وچ ایس دیس دی روح آزاد پھرے
اج غلامی دی بیڑی وی کٹی گئی اے(۹)

جیسے ہر انسان کے سوچنے، سمجھنے اور خیالات کے اظہار کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے ویسے ہی پنجابی زبان و ادب کے کچھ شعراء کا خیال ہے کہ پاکستان اور انڈیا کے پنجاب کو اکٹھا ہونا چاہئے تھا۔ کیوں کہ یہاں کی زبان، لباس، رسم ورواج، اور رہن سہن کے علاوہ بہت کچھ ایک جیسا ہے۔ بہت سے شعراء نے تو پاکستان اور انڈیا کے وجود سے ہی پنجاب کے دو ٹکڑے ہونے پر گہرے دُکھ اور غم کا اظہار کیا تھا:

ونڈیا جاندا ملک جدوں بندے وی ونڈے جاندے
پیار مگر اک ایسی شئے ہے پیار نہ ونڈیا جاوے
ایہہ پنجاب تاں سب دا سانجھا ایہہ تاں روپ ہے ساڈا
ایس پنجاب نوں نفرت دے وچکارے نہ ونڈیا جاوے(۱۰)

شاعر کا کام لوگوں کو سچ اور جھوٹ میں فرق اور اصل حقیقت سے روشناس کروانا بھی ہوتا ہے۔ محمد جنید اکرم جہاں آزادی سے خوش ہیں، وہاں کئی مقامات پر اس آزادی کو نام کی آزادی قرار دیتے ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ بظاہر ہم آزاد قوم ہیں پر اصل میں ہم آج بھی ذہنی طور پر آزاد نہیں ہیں۔ اُن کے خیال میں جب تک ہمارے ملک میں مخلص اور محبّ وطن حکمران نہیں آتے تب تک ہم مکمل طور پر آزاد نہیں ہوسکتے:

ظاہراً دیس آزاد اساڈا اصلوں سب غلام
نہ کوئی حکم احکام اسڈے نہ ای ساڈی سرکار(۱۱)

جب آزادی مل جائے تو بڑھ چڑھ کر محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاص طور پر نوجوان نسل کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک اور قوم کے لئے کردار ادا کریں اور اپنی تمام تر توجہ ترقی کے کاموں پر دیں۔ ڈاکٹر فقیر محمد فقیر جن کو بابائے پنجابی بھی کہا جاتا ہے۔ قومی اور ملی ادب تخلیق کرنے میں جو بابائے پنجابی نے نام اور شہرت کمائی وہ کم ہی شعرا کے حصے میں آئی۔ وہ اپنے نوجوان کو پنجابی میں 'منڈا' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ کتاب ''مواتے'' کی نظم ''کس کم تیرا بل منڈیا'' میں سے مثال پیش ہے:

اجے توں کھوبھے آزادی دے کھبا ایں گل گل منڈیا
گھڑی عمر دی ٹرے ترکھی برا گونا پل منڈیا
دیس تیرے دی لوڑ نہ لگا کس کم تیرا بل منڈیا(۱۲)

جب آزادی ملی تو بہت سے گھر اُجڑ گئے۔ جو مسلمان ہندوستان میں تھے انہیں اپنا گھر بار، مال و دولت، عزیز و رشتہ دار اور یہاں تک کہ بنے بنائے، بسے بسائے گھروں کے ساتھ ساتھ زرخیز زمین، مویشی سب چھوڑنا پڑا۔ کئی خونی رشتے آزادی کی نظر ہوئے۔ کوئی ماں باپ سے الگ ہوا تو کوئی اولاد سے۔ جب ہجرت کا وقت آیا تو ہر طرف قیامت کا سماں نظر آتا تھا۔ عاصم پڈھیار کے مطابق یہ تقسیم بہت دردناک اور دُکھوں سے بھری ہوئی تھی۔ دونوں ملک آج الگ ہونے کے باوجود بھی ترقی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ یہ دونوں ممالک آزادی کے بعد جو آرام اور سکون چاہتے تھے۔ وہ آج بھی انہیں نصیب نہیں ہو سکا:

وکھرے ہو کے اک دوجے توں اپڑے کتھے تیک
کنیاں وتھاں گھت چھڈیاں نیں ایس نکھتی لیک
درد لکاون لئی دونواں نوں لبھدی نہیں ہن تھاں
وانگ یتیماں روندے پھردے ونڈ کے دھرتی ماں(۱۳)

مسلمانوں کو آزادی بڑی کوشش اور قربانیوں کے بعد ملی تھی۔ اس وطن کو آزاد ہوئے کئی سال گزر جانے کے بعد بھی ترقی نہ ہو سکی۔ غریب کو انصاف نہ مل سکا۔ وہ جو خواب ہمارے باپ دادا نے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے دیکھے تھے آج بھی ادھورے ہیں۔ ہم بظاہر تو ایک آزاد مملکت ہیں پر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ ایک ملک کی آزادی نہیں بلکہ کسی خاص طبقے یا گروہ کی آزادی ہے۔ درد جالندھری ساری بات کو اپنے اشعار میں یوں لکھتے ہیں:

کنیاں سالاں توں اسیں آزاد ہوئے ساہڈی فیروی اجے زبان بند اے
اجے تیک غلامی دے پنجرے وچ کئی حسرتاں کئی ارمان بند اے

کئی آزاد آزادی تے ناز کردے کئیاں وچ شکنجے دے جان بند اے
ملاں کوٹھیاں کئی بنائی جاندے پاؤناں ساہڈے لئی کچا مکان بند اے(۱۴)

برصغیر میں آزادی کی تحریک چلی تو یہاں کے لوگوں میں جذبے کی نئی لہر دوڑ گئی۔شعراء نے انہیں احساس دلایا کہ آپ لوگ اپنا الگ وطن حاصل کر سکتے ہیں۔اس طرح ہم ایک آزاد ملک میں سانس لے سکیں گے۔غریب کو اُس کا حق مل سکے گا۔کوئی جاگیردار یا وڈیرا کسی نادار پر ظلم نہیں کر سکے گا سب کچھ قانون کے مطابق ہوگا۔ان تمام باتوں کو اے ایچ عاطف نے اپنی شاعری میں یوں بیان کیا ہے:

اُٹھی تحریک آزادی دی اکھ سفنے تکے
ہُن اکو چھتری بہن گے جنگلی تے لکے(۱۵)

ملک آزاد ہو گیا لیکن جو خواب آزادی کی تحریک کے چلتے ہمارے بڑوں نے دیکھے تھے۔وہ پورے ہوتے دکھائی نہ دیئے تو اے ایچ عاطف نے اپنے قلم کو یہ کہنے پر مجبور کیا:

سانوں آزادی دے خاب دی تعبیر نہ لبھی
زخماں تے پٹیاں بنھن لئی اک لیر نہ لبھی(۱۶)

انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اُس کے پاس ہوتی ہے تو وہ اُس کی قدر نہیں کرتا۔بلکہ قدر اُسی انسان کو ہوتی ہے جس کے پاس وہ چیز پہلے تھی اور چھین لی گئی یا اُسے کبھی ملی ہی نہیں۔میری مراد اُن ممالک یا خطوں سے ہے جو آج بھی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔کشمیر، فلسطین، شام اور عراق وغیرہ جہاں آج بھی مسلمان اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔دعا ہے اللہ ان سب کو آزادی کی نعمت سے نوازے اور یہ بھی سُکھ کا سانس لے سکیں۔ہمارے ملک کو بھی تا قیامت آزاد رکھے اور اِسے دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔آمین!

حوالہ جات

۱۔ ابوالکلام آزاد، اسلام میں آزادی کا تصور، لاہور: مکتبہ جمال،۲۰۰۴ء،ص:۵۸

۲۔ محمد حنیف شاہد، تابندہ و پائندہ پاکستان: قائداعظم کے ارشادات کی روشنی میں ایک اسلامی، جمہوری اور فلاحی ریاست کیسے بنے، لاہور: نظریہ پاکستان ٹرسٹ، اپریل ۲۰۱۰ء، ص:۹۱

۳۔ شہباز ملک، ڈاکٹر، گویڑ، لاہور: تاج بک ڈپو، ۱۹۸۵ء، ص:۱۲۵

۴۔ ایضاً، ص:۲۰۲

۵۔ سعید بھٹا، سانجھ وچار، لاہور: اے ایچ پبلشرز، ۱۹۹۷ء، ص:۳۳۹

۶۔ سلطان قادری، مٹھیاں سولاں، اسلام آباد: آئینہ ابصار پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص:۵۰

۷۔ غلام حسین ساجد، بانے، لاہور: سانجھ پبلشرز، مارچ ۲۰۱۰ء، ص:۱۴۳

۸۔ محمد جنید اکرم، نہ سجناں گنڈھڑی پھول، لاہور: سانجھ پبلشرز، نومبر ۲۰۱۰ء، ص:۱۲۷

۹۔ عارف حسین بخاری، اوکڑاں، فیصل آباد: عارف بخاری ویلفیئر ٹرسٹ، س ن، ص:۹۲
۱۰۔ یونس امین، ڈاکٹر، چناں دا چانن، لاہور: تطمینہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص:۱۹
۱۱۔ محمد جنید اکرم، نہ سجناں گنڈھڑی پھول، لاہور: سانجھ پبلشرز، نومبر ۲۰۱۰ء، ص:۶۱
۱۲۔ فقیر محمد فقیر، ڈاکٹر، مواتے، لاہور: سانجھ پبلشرز، پنجویں وار، جون ۲۰۱۵ء، ص:۴۸
۱۳۔ عاصم پڈھیار، کوئی تے ہووے، لاہور: سانجھ پبلشرز، دسمبر ۲۰۱۵ء، ص:۲۹
۱۴۔ درد جالندھری، کمال درد، فیصل آباد: بے مثال پبلشرز، ۶ ستمبر ۲۰۱۱ء، ص:۶
۱۵۔ اے ایچ عاطف، ہجر نہ چھّیا جاوے، لاہور: پنجابی مرکز، اپریل ۲۰۰۹ء، ص:۱۰۶
۱۶۔ ایضاً، ص:۱۰۷

☆......☆......☆